مسلم سرمایہ دارانہ ممالک میں اسلامی جماعتوں کی جمہوری جدوجہد

جاوید اکبر انصاری

سامراج نے کئی مسلم ممالک میں جمہوری ریاست قائم اور مستحکم کر دی ہے۔ جمہوریت سرمایہ دارانہ نظام کا سیاسی ڈھانچہ ہے لیکن اس کے کئی اظہار ایسے ہیں جو سرمایہ دارانہ تغلب کی تسخیر کا ذریعہ بھی بن سکتے ہیں۔ یہ اظہار جمہوری نظام میں عوام کے تضاداتی کردار سے برآمد ہوتے ہیں۔

جمہوری عمل میں عوام کا تضاداتی کردار

جمہوری ریاستی عمل میں عوام کا کردار لازماً تضاداتی ہوتا ہے۔ وہ حکومت نہیں کرتے، ان پر حکومت کی جاتی ہے۔ جمہوری ریاست میں اصل حاکم سرمایہ ہوتا ہے۔ سرمایہ ایک مادی نہیں روحانی قوت ہے۔ سرمایہ ریاستی ادارہ سازی اس نصب العین کو مد نظر رکھتے ہوئے کرتا ہے کہ حرص وحسد کی عقلیت زندگی کے ہر پہلو پر غالب آتی چلی جائے۔

اس ریشنلٹی کے معاشرتی غلبے کے لیے جمہوری ڈھانچے کی عوامی تائید ضروری قرار دی گئی ہے۔ یعنی گو عوام حکومت نہیں کرتے ان سے ریاستی پالیسیوں کی حمایت حاصل کرتے رہنا ان پالیسیوں کی جوازیت کے لیے ضروری ہے۔ یہ بات لبرل اور استبدادی جمہوریتوں دونوں کے لیے درست ہے۔ عوام گاہے گاہے انتخابی اور اجتماعی عمل کے ذریعے یہ طے کرتے رہتے ہیں کہ سرمایہ دارانہ تعقل کی جوازیت کا غلبہ اور اسکی نوعیت کیا ہوگی اور معاشرے میں اس کا دائرۂ تغلب کیا ہوگا۔

سرمایہ دارانہ ریاستی بیانیہ (ڈسکورس) یہ فرض کرتا ہے کہ سرمایہ دارانہ انفرادیت آفاقی ہے یعنی معاشرہ کا ہر فرد اپنے نفس امارہ کی غلامی (یعنی آزادی) کو قبول کرتا ہے۔ جہاں تک یہ

مفروضہ درست ہوتا ہے یعنی جس حد تک عوام حرص وحسد کے اسیر ہو جاتے ہیں وہاں تک اور اس حد تک سرمایہ کاریاستی اور معاشرتی تغلب ہوتا ہے۔یعنی عوامی انتخابات اور احتجاجات کے ذریعے سرمایہ کی بڑھوتری کے طریقوں کو تائید مل سکتی ہے اور اس طرح سرمایہ کا معاشرتی اور ریاستی تغلب قائم رہتا ہے۔

جمہوری عمل کے ضمن میں مسلم ممالک کی اسلامی جماعتوں کا رویہ

مسلم ممالک میں سرمایہ دارانہ اقدار (حرص وحسد سے مغلوب انفرادیت) بڑھتی جارہی ہیں لیکن یہ اقدار فرد کی سطح پر اب بھی آفاقی نہیں ہوئی ہیں۔ مثلاً پاکستان میں ایک محتاط اندازے کے مطابق ۲۰۰۸ میں غیر سرمایہ دارانہ افراد (ایسے افراد جو اپنی ذاتی زندگی میں اپنی مرضی کو احکام الٰہیہ کے تابع رکھنے کو لازم قرار دیتے ہیں) کی تعداد دو کروڑ یعنی ملکی آبادی کا۹ فیصد ہے۔ اصولاً ہر مسلمان بندگی رب کو قبول کرتا ہے عملاً نہیں۔اسلامی جماعتوں نے یہ تصور کر لیا ہے کہ چونکہ مسلم ممالک کی اکثریتی آبادی مسلمان ہے لہٰذا ان کے سیاسی عمل کا مقصد غلبہ دین ہی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ۱۹۷۰ کے بعد سے لے کر آج تک اکابر علماء نے صرف انتخابی عمل کو نہیں بلکہ جمہوری نظام میں شمولیت کو جائز قرار دیا۔ اس کے برعکس سلطنت عثمانیہ اور امارت افغانستان کے علماء نے جمہوری عمل میں شرکت کو حرام قرار دیا اور اسلامی ایران جمہوری عمل کی تحدید کی کوشش جاری رکھے ہوئے ہے۔

مسلم اکثیریتی ریاستوں کو اسلامی قرار دینا غلط ہے۔ ایسا اسلامی فکر کے مرکزی دھارے کے سرخیل علماء نے کبھی نہیں کہا بلکہ وہ تو ایسے ممالک کو بھی اسلامی قرار دیتے تھے جہاں مسلمان اقلیت میں تھے مثلاً ہندوستان۔ مسئلہ اکثریت اور اقلیت کا نہیں تنفیذ احکام الٰہیہ کا ہے۔ مسلم ممالک میں اسلام غالب نہیں سرمایہ حکومت کر رہا ہے۔ دستور نے قرآن وسنت کی جگہ لے لی ہے۔ فیصلہ سازی شرع کو ملحوظ رکھ کر نہیں ہو رہی بلکہ مارکیٹ کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے کی جارہی ہے۔ ریاستی اداراتی ڈھانچہ کا اسلامی ریاستی تنظیم سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی جماعتوں نے اور بالخصوص علماء کرام نے انیسویں صدی کی جہادی تحریکوں کی پسپائی کے بعد سامراجی سرمایہ داری سے مفاہمت کرلی ہے۔ اس مفاہمت کا ایک بنیادی مفروضہ سرمایہ دارانہ سامراجی نظام کا ریاستی تصور ہے۔ اسلامی جماعتیں جمہوری عمل کو ناقابل تغیر اور غیر اقداری تصور کرتی ہیں۔ اسلامی جماعتیں اور ان کی قیادت بالخصوص علماء اس سرمایہ دارانہ نظام کا انہدام نہیں بلکہ اس کے اداروں میں شمولیت کے ذریعے اس نظام کی بتدریج اسلام کاری کرنا چاہتے ہیں۔ یہی وہ حکمت عملی ہے جو عیسائی تحریکوں نے سترھویں اور انیسویں صدی میں یورپ میں اختیار کی تھی اور جس کے نتیجے میں سرمایہ داری تو عیسائی نہ ہو سکی عیسائیت مکمل طور پر سرمایہ دارانہ نظام میں ضم ہو گئی۔

اگر اسلامی جماعتوں اور ان کی قیادت میں یہ رویہ برقرار رہا تو جمہوری عمل میں شمولیت کے ذریعے وہ لامحالہ مسلم قوم پرست اور سوشل ڈیموکریٹک پارٹیاں بن جائیں گی۔

انتخابی عمل کا انقلابی استعمال

اسلامی جماعتوں کے لیے مسلم ممالک میں انتخابی اور احتجاجی مہمات میں حصہ لینا ناگزیر ہے۔ جو اسلامی حلقے انتخابی اور احتجاجی عمل سے براءت کا رویہ اختیار کرتے ہیں وہ سرمایہ دارانہ سیاسی کشمکش میں حصہ نہیں لیتے لیکن اس کے انتظامی اور اداراتی غلبہ کو قبول کرتے ہیں۔ وہ انتخابات اور احتجاجات میں تو حصہ نہیں لیتے لیکن سرمایہ دارانہ ریاستی اداروں کا استعمال کرتے رہتے ہیں۔ ریاست کی پولیس اور عدالت کا سرمایہ دارانہ استعمال کرتے رہتے ہیں۔ یہ سرمایہ دارانہ نظاماتی غلبے کی تصدیق ہے۔

انتخابات اور احتجاجات میں شرکت غلبۂ دین کے لیے مضر بھی ثابت ہو سکتی ہے اور مفید بھی۔ مضر اس صورت میں کہ اسلامی جماعتیں انتخابی / احتجاجی عمل کو سرمایہ دارانہ عدل کے حصول کا ذریعہ بنانے کی کوشش کریں۔ وہ سرمایہ دارانہ حقوق کی فراہمی کی جدوجہد کریں اور سرمایہ دارانہ عدل کی فراہمی کے دعوے کریں۔ ان کا ایجنڈا سوشل ڈیموکریٹ اور مسلم قوم پرستانہ مطالبات سے بھرا ہو اور دہریہ جماعتوں کے ایجنڈے سے مختلف نہ ہو۔ یہ اسلامی

جدوجہد کو سرمایہ دارانہ نظاماتی قالب میں ڈھالنے کا طریقہ ہے اور اگر اس قسم کی انتخابی / احتجاجی مہم کامیاب بھی ہو جائے تو وہ اسلامی جماعت پر سرمایہ دارانہ ریاست کے قبضہ پر منتج ہو گی۔

لیکن اگر ملک میں مخلصین دین کی تعداد مناسب ہو تو انتخابات / احتجاجات کو اسلامی انقلابی عمل کا ذریعہ بنایا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بتایا گیا مخلصین دین سے مراد وہ افراد ہیں جو اپنی ذاتی زندگی میں شرع مطہرہ کی تابعداری کو لازمی قرار دیتے ہیں اور پاکستان میں ایسے افراد کی تعداد مجموعی آبادی کا نو سے دس فیصد ہے۔ لیکن یہ مخلصین دین نہ متحد ہیں نہ منظم اور نظم اجتماعی میں ان کی اسلامی عصبیت کا اظہار نہیں ہوتا۔

انقلابی انتخابی / احتجاجی پالیسی مندرجہ ذیل خطوط پر مرتب کی جا سکتی ہے

۱۔ زیادہ سے زیادہ اسلامی جماعتیں اس بات پر متحد ہو جائیں کہ انتخابی / احتجاجی جدوجہد کا مقصد سرمایہ دارانہ نظام کا انہدام ہے۔ اس کی اصلاح مقصود نہیں۔

۲۔ اس جدوجہد کی سرخیل انقلابی قوت مخلصین دین ہوں گے عوام نہیں۔ اسلامی جماعتوں کا انتخابی / احتجاجی تخاطب بنیادی طور پر مخلصین دین ہیں۔

۳۔ یہ کام براہ راست عوام سے نہیں ہو گا۔

۴۔ مخلصین دین کو متحد اور منظم کرنے کے بعد ملک بھر میں پھیلی ہوئی لاتعداد مساجد میں بین المسالک مساجد اتحاد قائم کیے جائیں۔

۵۔ اتحاد بین المساجد میں ہر مسجد اپنے امام کی قیادت میں محلہ اور بازار کی انتظامی زندگی کو منظم کرنے کی ذمہ داری قبول کرے۔

۶۔ اس کا دائرہ اختیار مندرجہ ذیل شعبوں پر قائم کرنے کی کوشش کی جائے:

۱۔ فراہمی عدالتی خدمتیں اور محلہ اور بازار کی سطح پر امن عامہ کا فروغ

۲۔ محلہ اور بازار میں فراہمی کام کاج

۳۔ قیمتوں، فیس اور کرایہ کا تعین

۴۔ فراہمی آب، بجلی اور گیس کی ایجنسیوں کی کارکردگی کی نگرانی

۵۔ عوام بالخصوص نوجوانوں کی اخلاقی و روحانی تربیت

۶۔ محلہ میں سیاسی بیداری کا فروغ اور اسلامی موقف کی تائیدی مہمات کی تنظیم سازی

یہ ریاست درون ریاست قائم کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ اور اس کا مقصد اقتدار کو سرمایہ دارانہ ریاستی اداروں سے مخلصین دین کی طرف بتدریج منتقل کرنا ہے۔

عوام کو مخلصین دین کی قیادت کے تحت منظم کیا جائے گا اور یوں معاشرتی زندگی غیر سرمایہ دارانہ خطوط پر مرتب کرنے کی جدوجہد جاری کی جائے گی۔ بین المسالک ائمہ مساجد کی مرکزی قیادت جو تمام شریک مساجد کے نمائندوں پر مشتمل ہو گی کا فرض ہو گا کہ صوبائی اور وفاقی مقننہ میں اتحاد کے دائرہ اختیار کی توسیع اور سامراج مخالفت کو مقدم رکھے۔